جب الاکر دی جاتی ہے تو فوراً ایک اور خواہش پیدا ہوتی ہے اور پھر اس کے لئے ضد کرتے ہیں غرض انسان کو جدید حاجتیں پیش آتی رہتی ہیں۔ دیکھو ایک ماں بچے کے لئے کس قدر مفید ہے۔ بچہ ہمیشہ اس کی گود میں رہنا پسند کرتا ہے۔ مگر جب بچہ بڑا ہو جاتا ہے۔ توریت میں لکھا ہے کہ آدمی اپنی بیوی کی خاطر ماں باپ سے الگ ہوگا۔ میرے نو بچے مر گئے ایک بیوی نے تو اس صدمہ سے سخت تکلیف اٹھائی۔ اس سے پتہ لگا کہ

کوئی محبت کے قابل ہے تو وہ اللہ ہے۔

اس رضا کی خواہش نے تیسرا امر پیدا کیا۔

میں کتابوں کے مطالعہ کا بہت شائق ہوں ایک دفعہ ایک کتاب میں میں نے لکھا دیکھا۔ کہ فلاں مقام و موقعہ پر یہ دعا مانگے۔ یہ پڑھ کر میرے خیال میں آیا کہ ایک دعا مانگ کر کیا کروں ممکن ہے کہ کچھ دن بعد اس کی ضرورت نہ رہے یا ضرورت حالات بدل جانے سے وہی مطلب جو ایک وقت مفید معلوم ہوتا ہے دوسرے وقت مضر ثابت ہو جائے مثلاً کسی سے کوئی محبت ہو [illegible] ممکن ہے اس کی شکل بھونڈی ہو جائے اور پھر اس کا ملنا دکھ کا موجب ہو جائے۔ آخر خدا [illegible] سے دعا کی کہ وہ مجھے ایسی دعا سکھاوے جو ایک [illegible] دعا ہو پس یہ دعا میرے دل میں ڈالی گئی۔ کہ مضطر ہو کر کچھ مانگوں وہ مجھے دیوے اب اس دعا کے ذریعہ سے [illegible] مجھے قرآن کی محبت دی اور قرآن وہ کتاب ہے [illegible] تمام رضامندیوں کی راہیں موجود ہیں۔ خود قرآن شریف میں موجود ہے۔ اولم یکفہم انا انزلنا علیک الکتاب یتلی علیہم۔ حضرت [illegible] کی نسبت [illegible] حالانکہ [illegible] پھر میں نے قرآن شریف سے [illegible] فائدہ اٹھایا۔ یہ دعا [illegible] ہے [illegible] جو دعا مانگیں [illegible] کی نسبت سوچا کہ ان پر اعتراض کروں۔ کہ وہ قرآن شریف کے خلاف تو نہیں۔ اللھم انی اسئلک بانک انت اللہ لا الہ الا انت الاحد الصمد الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفواً احد۔ یہ میری دعا کا ابتدائی مضمون ہوا کرتا ہے اس دعا میں جو لفظ صمد ہے اس سے مجھے یقین ہوا۔ کہ اللہ نے ہمیں محتاج پیدا کیا ہے۔ ہم کس کے محتاج ہیں اللہ کے نکتہ یہ سوجھا۔ کہ جب میرے مولیٰ کا نام صمد ہے۔ اسماء الٰہی کا پرتو انسان پر بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ جس قدر اللہ کے نام ہیں۔ وہ بعض انسانوں کے بھی ہیں۔ مثلاً سمیع و بصیر اور رؤف اور رحیم کہ نبی کریم کا نام بھی ہے۔ غرض اس کے صفات کی جلوہ گری مخلوق میں بھی دکھائی دیتی ہے تعظیم لامر اللہ کی تعلیم۔ تو لا الہ الا اللہ سے ہوئی اور شفقت علی خلق اللہ صمد نے سکھائی کیونکہ جب ہم اللہ کے محتاج ہیں۔ تو ہم پر جو اس کی صمدیت کا جلوہ ہے اس لحاظ سے ہمارا بھی کوئی محتاج ہے۔ پس ضرور ہے کہ ہم بھی کسی سے ہمدردی کریں۔ میں نے غور کی کہ میں جو ہر ای کا ہی محتاج ہوں اس کے مقابلہ میں ایک پہلو سے مجھ میں صمدیت ہے اور ایک پہلو سے میں اس کا محتاج ہوں۔ وہ مجھ سے روپیہ لینے کی محتاج ہے۔ تو میں اس سے صفائی کا۔ اسی طرح دھوبی۔ غرض مخلوق میں ایک محتاج ہے۔ دوسرا محتاج الیہ۔ اور جو محتاج ہے۔ وہ محتاج الیہ بھی ہے۔ قرآن کریم میں ہے۔ ۔ ۔ ۔ ربنا استمتع بعضنا ببعض۔ اسی صمدیت کے مطالعہ سے مجھے طب کا شوق پیدا ہوا اور اجتماع کا بھی کیونکہ احتیاج کا پورا ہونا اجتماع پر موقوف ہے۔ ابتدا ہی سے اجتماع کا فیضان جاری ہے۔ پہلے ماں کی گود میں پھر استادوں سے۔ ابھی ایک قاعدہ پڑھتے ہیں [illegible] سے کتاب۔ تیسرے سے اس سے اعلیٰ درجہ کی کتاب پھر اسی اجتماع کے اصل کی اعلیٰ شادی ہے۔ نکاح سے میں نے بہت فائدہ اٹھایا۔ لتسکنوا الیہا وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ ان فی ذلک لآیات لقوم یتفکرون پھر اولاد ہوئی۔ اور یہ ایک اجتماع کا فائدہ تھا۔ کہ اس سے زیادہ اجتماع حاصل ہوا۔

میں ایک دفعہ نماز میں [illegible] لگا۔ تو بعض دکھوں نے شرح صدر کے ساتھ [illegible] پڑھنے سے انکار کر دیا۔ [illegible] ورنہ کتنے لوگ جو الحمد للہ پڑھتے وقت یہ سوچتے ہیں [illegible] میں قربان جاؤں لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کے کہ معاً یہ خیال بجلی کی طرح میرے دل میں آیا۔ کہ دیکھو مصیبتوں میں ہم انا للہ پڑھتے ہیں۔ جب سب کچھ خدا کے لئے ہے۔ تو الحمد کا مستحق بھی وہی ہے۔ اس طرف سے ایک پھوٹی کوڑی جاتی ہے تو ادھر سے ایک خزانہ آتا ہے۔ ؎

ہر بلا کیں قوم را حق دادہ است
زیر او گنج کرم بنہادہ است

اس سے اخلاقی فائدہ یہ ہوا۔ کہ جب تم سب محتاج ہو یہاں تک کہ حجام نہ ہو تو بڑی مشکل ہو۔ پس احتیاج کی مشکلات کے اندر صمد نے یہ فائدہ پہونچایا کہ لا یسخر قوم من قوم۔ کیونکہ سب ایک دوسرے کے محتاج ہیں۔ گویا سارا رکوع ایک لفظ صمد پر تدبر کرنے سے حل کر دیا۔ دنیا میں کوئی چیز نہیں جو لغو اور بیکار پیدا ہوئی ہے۔ حتیٰ کہ ساون میں ایک کیڑا پاخانہ میں پیدا ہوتا ہے۔ اسے عربی میں جعل کہتے ہیں اس کیڑے کی خصوصیت ہے کہ جب گلاب کا پھول اس کے پاس رکھا جائے تو وہ مر جاتا ہے۔ اس سے مجھے خیال پیدا ہوا کہ دنیا میں مختلف اشیاء ہیں۔ کسی کو کچھ پسند ہے کسی کو کچھ۔ پس انسان کو چاہیئے۔ کہ صرف خوبی کا متوالا رہے۔ اور عیوب کا خیال تک نہ کرے۔ اور کسب (طب) نے مجھے بڑی مدد دی۔ کہ میں نے کوئی چیز ایسی نہ دیکھی۔ جو کسی نہ کسی طرح پر انسان کے لئے مفید نہ ہو۔ ایسے ایسے فائدے دیکھے ہیں۔ کہ عقل حیران رہ جاتی ہے۔ خشکی گوبر جو ہوا کی خشک راکھ بعض مرضوں میں ایسی مفید ہوتی ہے۔ کہ ہزار روپے کی دوائیں بھی اس کے مقابل پر ہیچ ہیں۔ پھر اجتماع کے حصول کے لئے ایک اور صورت خدا نے پیدا کی۔ میں حضرت صاحب کے زمانے میں التحیات پڑھ رہا تھا پڑھتے پڑھتے مثنوی کی ایک حکایت یاد آئی۔ کہ ایک تاجر تھا اور اس کا ایک طوطا تھا۔ جب وہ ہندوستان میں آنے لگا تو اس کے دوستوں نے اسے مختلف فرمائشیں کیں اس نے اپنے طوطے سے پوچھا تم بھی کچھ کہو تو اس نے کہا اور تو کچھ نہیں۔ میرے بھائیوں کو سلام دینا۔ اتفاق ایسا ہوا کہ جب طوطوں کو دور سے اس نے پیغام کہا تو ان میں سے ایک طوطا گر پڑا۔ یہی قصہ اس تاجر نے اپنے طوطے سے جا کہا تو سنتے ہی مردہ بن کر نیچے گر پڑا۔ مالک نے افسوس کیا کہ میں نے اسے کیوں ایسی بُری خبر سنائی۔ اور اسے باہر پھینکدیا وہ طوطا پھر سے اُڑ کر درخت پر جا بیٹھا اور اس نے کہا۔ کہ مجھے گویا اس طوطی ہند نے یہ پیغام دیا تھا۔ کہ جب تک موت اختیار نہ کرو۔ نجات نہیں مل سکتی اس پر میں نے سب انبیاء علیہم السلام کو سلام پہونچایا کہ اے طوطیان چمن رسالت میرا تم پر سلام مجھے بھی کوئی نجات کی راہ بتاؤ۔ اس کے بعد میں نے وہ کارڈ شائع کئے۔ جن میں حسن ظن اور دیگر امور حسنہ کے متعلق ایک مجلس الاحباب کے انعقاد کی خبر اور اس میں شمولیت کی ترغیب تھی یہ کارڈ مضمون میں نے سب سے پہلے محمود کو دیا۔ کہ ذرا ابا کو دکھا دو۔ انہوں نے کہا اس سے بہتر اور کیا کام ہو سکتا ہے چودہ سو کارڈ چھاپے گئے تھے اور میرا خیال تھا کہ اتنے احباب

میرے ہو گئے تو میں حضرت صاحب سے دعا کرا تا کہ ہم پڑھ دیفان ہو جو اجتماع پر موقوف ہے۔ مگر میرے سوال کو میرے دل کی تڑپ کا حال معلوم تھا میں چودہ سو چاہتا تھا مگر خدا نے مجھے کئی چودہ سو مخلص احباب دے دئے ۔ اور میری وہ حالت ہو گئی جو تم دیکھتے ہو۔

اب ایک سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ تم ملہم نہیں۔ تمہاری کیا ضرورت ہے کیا حضرت صاحب ہمارے لئے کم ہدایت چھوڑ گئے ہیں ان کی اسّی کے قریب کتابیں موجود ہیں وہ ہمارے لئے کافی ہیں یہ سوال بدبخت لوگوں کا ہے۔ جو خدا تعالیٰ کی سنت کا علم نہیں رکھتے اس قسم کے سوال سے تمام انبیاء کا سلسلہ باطل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ کہہ سکتے ہیں کہ علم آدم الاسماء کلھا جب خدا نے سب کچھ آدم کو سنا دیا تو اب نوح اور ابراہیم کیا لائے جو ان کا ضروری ہے۔ کلّھا تو آیا کے حق میں آچکا ہے۔ پھر آدم کے لئے سب ملائکہ نے سجدہ کیا۔ پس اب ان دوسرے انبیاء کی کیا ضرورت ہے۔

پھر دم لقد واقعہ موجود ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جامع جمیع کمالات جن کی نسبت میرا اعتقاد ہے خاتم الرسل خاتم الحکام خاتم النبین خاتم الانبیاء خاتم الانسان ہیں اب ان کے بعد اگر کوئی ابوبکر کو نہیں مانتا۔ تو فرمایا۔ فمن کفر بعد ذلک فاولئک ھم الفاسقون۔ یعنے جو انکار کرے گا۔ وہ حدِ اطاعت سے نکلنے والا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ نئے نئے دشمن پیدا ہوتے رہتے ہیں تو نئے نئے ان کے سمجھانے والے بھی مبعوث ہوتے رہتے ہیں۔ چنانچہ ایک آیت ہے ما یاتیھم من ذکر من ربھم محدث الا استمعوہ وھم یلعبون لاھیۃ میں نے ایک کھیل دیکھی۔ رسّے کو ایک فریق ایک طرف کھینچتا ہے اور ایک دوسری طرف۔ اب جس طرف کمزوری ہو گی وہی ہار دیگا اسی طرح قرآن مجید میں خدا نے فرمایا۔ واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً۔ گویا مسلمانوں کو کہتا ہے کہ دشمن رسے کو ایک طرف کھینچ رہا ہے اب اگر تم اس زعم میں سست ہو کر بیٹھے رہو کہ ہم اپنے آباؤ اجداد کے وقت فتح پا چکے ہیں تو ضرور شکست کھاؤ گے کیا تم یہ سمجھے بیٹھے ہو کہ ہمارے اعداء دنیا سے اٹھ گئے جب یہ بات نہیں۔ تو پھر اعداء کی مدافعت کے لئے انتظام ضروری ہے مسیح نے اتمام حجت کیا۔ مگر کیا کوئی عیسائی دنیا میں باقی نہیں رہا اور کیا مخالف علماء سب کے سب دفع ہو گئے ہرگز نہیں بلکہ ایک مرتا ہے تو دوسرا اس کا جانشین ہوتا ہے پس تم کس طرح باغی ہو کر کہہ سکتے ہو کہ ہمیں ضرورت نہیں بلکہ میرے نزدیک جس رسّے کو ایک طرف کھینچنے کی ضرورت تھی اب اس کو زیادہ زور کے ساتھ کھینچنے کی ضرورت ہے کیونکہ وہ زور ڈالا جو ہمارے ساتھ تھا جا چکا ہے غرض یہ سوال پہلے آدم پر پڑتا ہے۔ پھر جناب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر۔ پھر ابوبکر رضی پر۔ پھر علی رضی پر پھر مہدی پر کہ جب سارے علوم جناب رسالتمآب سنا گئے تو مہدی کی کیا ضرورت ہے۔ حقیقی بات یہی ہے کہ ضرورت ہے اجتماع کی۔ اور شیرازۂ اجتماع قائم رہ سکتا ہے ایک امام کے ذریعے۔ اور پھر یہ اجتماع کسی ایک خاص وقت میں کافی نہیں مثلاً صبح کو امام کے پیچھے اکٹھے ہوئے تو کیا کہہ سکتے ہیں کہ اب ظہر کو کیا ضرورت ہے۔ عصر کو کیا۔ پھر شام کو کیا پھر عشاء کو کیا۔ پھر جمعہ کو اکٹھے ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ پھر عید کے دن کیا ضرورت ہے، پھر حج میں کیا ضرورت ہے، اسی طرح ایک وقت کی روٹی کھا لی تو پھر دوسرے وقت کیا ضرورت ہے، جب ان باتوں میں تکرار ضروری ہے تو اس اجتماع میں بھی تکرار ضروری ہے یہ میں اس لئے بیان کرتا ہوں تا تم سمجھو کہ ہمارے امام چلے گئے تو پھر بھی ہم میں اسی وحدت اتفاق اجتماع اور پرجوش روح کی ضرورت ہے۔

اب میں پوچھتا ہوں کہ یہ اجتماع کیوں ہوا ہے ہر ایک آدمی نے خود ہی سوچ لیا ہو گا کہ وہاں کیوں جاتا ہے سردی کا موسم ہے گھروں میں بیماریاں ہیں تھوڑی سی سرد ہوا لگے پھر کھانسی ہو جاتی ہے۔ وہاں گھر میں پلنگوں پر سوتے تھے تو یہاں کسیر موجود ہے۔ باوجود ان مشکلات کے اپنے اپنے آنے کے اغراض کو تم ہی خوب سمجھتے ہو گے۔ کیا تم اس لئے جمع ہوئے کہ میری نمبرداری کو دیکھو۔ اس میں تو شک نہیں۔ کہ اجتماع کی ضرورت کو تم تسلیم کرتے ہو اب اجتماع کے اغراض جو ہیں وہ ہر ایک شخص اپنی اپنی نسبت خوب سمجھتا ہے باہر سے آنیوالے اپنی نسبت خوب جانتے ہیں قادیان کے رہنے والے اپنی نسبت۔ میں اپنی نسبت سناتا ہوں کہ میں ایسا کسب جانتا ہوں جس میں بخوبی میں اپنا گذارہ کر سکتا ہوں۔ پھر بھی میں سب کچھ چھوڑ کر یہاں آگیا۔ صرف قرآن شریف سمجھنے کے لئے۔ لا الٰہ الا اللہ کی تڑپ مجھے یہاں لائی۔ قرآن میری غذا ہے یہ غذا اگر میں آٹھ پہر میں استعمال نہ کروں تو میں مر جاؤں شرف یہی غرض تھی ورنہ جہاں اتنے برس خدا نے مجھے بہتر سے بہتر سامان دیا۔ اور جس نے ستر سال تک مجھے سب کچھ دیا کیا چند سال اور نہ دے سکتا تھا۔ یہاں تک جو میں نے تمہیں سنایا اس میں نصیحت یہ ہے۔ کہ لا الہ الا اللہ پر پکے رہو دعا کیا کرو۔ عقد ہمت اور استقلال سے کام لو۔ قرآن کریم سے محبت رکھو۔ اللہ کو راضی کرنے کی کوشش میں لگے رہو۔ اگر اللہ راضی ہو تو سب کام ہو جائیں۔ صوفیائے کرام میں ایک بزرگ گذرے ہیں وہ لکھتے ہیں سالک پر کئی حالات آتے ہیں۔ ایک وقت آتا ہے وہ فرماتا ہے کہ کچھ نہ مانگو ایک وقت سوال کا حکم دیتا ہے اور پھر فرشتہ اس شخص (جس سے مانگتا ہے) کے دل میں ڈالتا ہے کہ اسے نہ دے۔ اس میں یہ سمجھایا جاتا ہے کہ امید کے قابل اللہ ہی کی ذات ہے۔ ایک وقت قرضہ کھُلا لینے کا حکم ہوتا ہے ایک وقت قرضہ سے امتناعی حکم جاری ہوتا ہے۔ میری آمدنی میرا قرضہ۔ ایک مخفی راز ہے نہ مجھے کسی سے سوال کی حاجت پڑی نہ پڑنے کی امید ہے میرے پاس وہ خزانہ ہے جسے نہ کسی چور کا ڈر ہے نہ کسی دھوکہ باز کا۔ میں یہ بات ظاہر نہ کرتا کیونکہ صوفیا نے منع کیا ہے مگر قرآن کا حکم مقدم ہے کہ واما بنعمۃ ربک فحدث۔ یہاں چندے آتے ہیں۔ میں ان سے ایک کوڑی کا بھی اپنے لئے روادار نہیں۔ بلکہ ان چندوں کے ذریعے میں حصہ لیتا ہوں۔ ابھی ایک کام کے لئے ہزار کا وعدہ کر کے آیا ہوں اور یہ میں اسی راز سے لینے والا ہوں۔ جس سے پہلے اپنے کام چلاتا ہوں۔ آگے باہر بیٹھتا تھا۔ تو لوگ سمجھتے کہ طب کرتا ہے اب تو میں باہر بھی نہیں آتا۔ بلکہ دن بھر تمہاری خاطر کام کرتا ہوں۔ مگر ما اسئلکم علیہ اجراً۔ اس پر میں کچھ اجر نہیں مانگتا۔ ہاں جس طرح خدا تعالےٰ باوجود غنی ہونے اور لا یسئلکم اموالکم فرمانے کے۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ما اسئلکم علیہ اجراً کا اعلان دینے کے پھر بھی چندوں کی تحریک فرماتے رہتے تھے۔ اسی طرح میں بھی کہتا ہوں یہ دینے کی نسبت کچھ کہنا دراصل کچھ دلانا ہے۔ اسی لئے فرمایا۔ من ذا الذی یقرض اللہ قرضاً حسناً۔ تم مال اپنے اموال سے قطع کرکے دو ہم بڑھا دیں گے۔ ابوبکرؓ نے کیا دیا۔ ایک کنال زمین سے بھی کم ہوگا۔ حضرت علی نے کیا دیا۔ اور اس کے بدلے میں کیا کچھ لیا۔ سادات کتنے ہی فسق و فجور میں مبتلا ہوں۔ مگر لوگ ان کی عزت کرنے والے موجود ہیں۔ غرض یہ چندے انبیاء کے ساتھ ہی رہے ہیں اولیاء کے ساتھ بھی۔ پھر ہمارے ساتھ کیوں نہ رہیں۔ پھر چندہ دینے والوں کو بھی بعض وقت بہت سی مشکلات پیش آتی ہیں۔ میرے ایک لنگوٹیے یار ہیں۔ فضل دین حکیم۔ انہوں نے ساری جائداد لکھ دی۔ لیکن پھر بھی ان کے بھائی بند کہتے ہیں کہ مال بٹورنے کا ذریعہ ہے حالانکہ ایک معمولی عقل والا بھی جانتا ہے کہ اس کی نہ اولاد ہے نہ جوانی کی عمر نہ کوئی حقیقی بھائی نہ چچا۔ پس وہ مال جمع کرکے کریگا کیا ہے؟

تم اپنے چندوں کی نسبت بالکل اطمینان رکھو ان کی

نسبت کسی قسم کی بدظنی نیک نتیجہ نہیں دے سکتی۔ میں نہ چندہ کی خاطر بنر ڈالنا۔ نہ اس غرض سے کھڑا ہوا اور نہ اس غرض سے بیعت لی۔ اور یہ جو چندوں کی نسبت کہتا ہوں۔ تو یہ بھی اسی رنگ میں ہے۔ جیسے خدا باوجود غنی ہونے کے زکوٰۃ وغیرہ کا حکم فرماتا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی چندوں کے لئے صرف خدا کے فضل سے حصہ والے کے لئے فرماتے تھے۔ میں انجمن حمایت الاسلام کو اچھا سمجھتا ہوں پر اس میں بھی مالی جھگڑے شروع ہو گئے۔ علی گڈھ میں بھی ایک ہندو مال کھا گیا۔ لیکن تم ایسا خیال تک نہ لاؤ۔ اگر ہم بد ذاتی سے تمہارا مال لیں۔ تو تم شکایت نہ کرو۔ تم کہو۔ مومن ہو تو دیکھو اس سے آگے تین قومیں گذر رہی ہیں۔ عیسائی لوگ اپنے مذہب کی خوبی کو نہیں بتلا سکتے۔ ان دوسروں کے معائب بیان کرنے میں دلیر ہیں۔ پھر ان کے شاگرد شیعہ ہیں۔ وہ بھی کوئی بات نہیں کی ہو اس سے صحابہ کو متہم کر دیتے ہیں۔ پھر تیسری قوم آریہ ہے۔ ان کا بھی یہی پیشہ ہے کہ دوسرے مذاہب والوں پر حملہ کرتے ہیں۔ اور اپنے گھر کی طرف نہیں دیکھتے۔ خدا کی نسبت یہ عقیدہ کہ روح و مادہ ازلی ہے اور حقوق العباد میں یہ حال کہ نیوگ کو ایک مقدس کام سمجھتے ہیں۔ میں امید کرتا ہوں تم عیب چینی (خواہ اپنی جماعت کے افراد کی نسبت ہو خواہ بیرونی لوگوں کی) سے بچتے رہو گے۔ ہم اگر تم سے کسی قسم کا دھوکہ کریں۔ تو اس کا وبال ہماری ہی جان پر ہو۔ جو لوگ اللہ تعالےٰ کے ہو رہتے ہیں۔ خدا خود ان کے لئے سامان بہم پہونچاتا ہے۔ بعض لوگ اعتراض کرتے تھے کہ۔ حضرت صاحب فاخرہ لباس کیوں پہنتے ہیں۔ یہ پچھلے بزرگان قوم کے سوانح سے ناواقفیت ہے۔ سید عبدالقادر گیلانی نے ایک دفعہ صافہ باندھا۔ جس کی قیمت ۵۰۰ پونڈ تھی۔ کسی نے اعتراض کیا فرمایا ہم نہیں پہنتے۔ جب تک خدا نہ کہے۔ کہ تم پہنو۔ کوئی کہہ سکتا ہے کہ میں نے باتیں بہت کیں۔ یہ بھی لینے کا طریق ہے۔ لیکن ایسا ہرگز نہیں۔ بلکہ میں نے جو کچھ کہا ہے۔ صدق دل سے کہا ہے اب اپنے خیال کے موافق جو کچھ کوئی سمجھ لے۔

كُلًّا نُمِدُّ هٰؤُلَاءِ وَهٰؤُلَاءِ وَمَا كَانَ عَطَاءُ رَبِّكَ مَحْظُورًا

چندے ضرور دینے پڑیں گے۔ اگر دل سے دو گے۔ تو بہتر بدلا پاؤ گے اور اگر دل سے نہ دو گے۔ تو اجر بھی نہ ملے گا۔

کرزن گزٹ ایک اخبار ہے جو دہلی سے نکلتا ہے اس نے جہاں حضرت صاحب کی وفات کا ذکر کیا وہاں ساتھ ہی لکھا۔ کہ اب مرزائیوں میں کیا رہ گیا ہے ان کا سر کٹ چکا ہے شخص جو ان کا امام بنا ہے اگر ہے! ور تو کچھ ہوگا نہیں۔ ہاں یہ ہے۔ کہ وہ تمہیں کسی مسجد میں قرآن سنایا کرے سو خدا کرے یہی ہو۔ کہ میں تمہیں قرآن ہی سنایا کروں۔ اچھا میں تمہیں قرآن شریف کی چند آیتیں سناتا ہوں۔

ان اللہ اشترٰی من المؤمنین انفسہم واموالہم بان لہم الجنۃ۔ یقاتلون فی سبیل اللہ فیقتلون ویقتلون۔ وعدا علیہ حقا فی التوراۃ والانجیل والقرآن۔ ومن اوفی بعہدہ من اللہ۔ فاستبشروا ببیعکم الذی بایعتم بہ۔ وذٰلک ہو الفوز العظیم۔ التائبون العابدون الحامدون السائحون الراکعون الساجدون الآمرون بالمعروف والناہون عن المنکر والحافظون لحدود اللہ وبشر المؤمنین۔

پہلے میں درد مند دل سے تمہارے لئے دعا کرتا ہوں کہ تم روح القدس سے مؤید ہو امراض جسمانیہ و روحانیہ سے بچ جاؤ۔ تم دنیا میں مظفر و منصور رہو۔ یہ درد ہے جو اس نے پیدا کیا۔ جس نے مجھے یہ مقام دیا۔ اپنے لئے رب اشرح لی صدری دعا کرتا ہوں اور یہ بھی کہ میرے بھی وزرا رہیں۔ جو میرے بازو کو قوی کریں۔ مگر ایسے کہ اللہ کو راضی کرنا ان کا منشا ہو۔ تم میں واعظ ہوں اور میں اس کے لئے تڑپتا ہوں۔ مگر وہ کہ جن میں اخلاص کامل ہو۔ حقیقی راہ کو جانتے ہوں وہ اپنے کام میں کاہل الوجود نہ ہوں۔

اللہ۔ سارے کامل صفات کے موصوف اور بدیوں سے منزہ ذات ۔۔۔ لا الہ الا اللہ کا بھی یہی منشا ہے۔

اب ترجمہ سنو۔ اللہ نے لیا مومنوں سے انکی جانوں اور مالوں کو بھی اس سے معلوم ہوا کہ اب مومن نہ اپنی جانوں کے مالک ہے نہ اپنے مالوں کے۔ پھر وہ لینے سے ضائع نہیں ہوا بلکہ ہمارے حضور موجود ہے۔ ما عندکم ینفد وما عند اللہ باق۔ لڑو مرو اللہ کی راہ میں۔ کیونکہ اللہ کی راہ میں مجاہدہ کرنے والوں کے لئے جنت ہے یہ وعدہ ہے۔ جو تورات میں بھی ہے۔ انجیل میں بھی قرآن میں بھی۔

مومنین کا لفظ بھی آیا ہے قرآن کریم و احادیث سے زیادہ شعبے ایمان کے ثابت ہیں۔ چنانچہ فرمایا۔

انما المؤمنون الذین آمنوا باللہ ورسولہ ثم لم یرتابوا وجاہدوا باموالہم وانفسہم فی سبیل اللہ (پارہ ۲۶)

پانچ باتیں تو اس میں ہیں۔ ایمان باللہ، ایمان بالرسول عدم ارتیاب۔ جہاد مال۔ جہاد جان۔

پھر فرمایا۔ فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینہم ثم لا یجدوا فی انفسہم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما (النساء ع ۹) یعنے مومن ہوتا ہی نہیں جب تک محمد رسول اللہ کو ہر امر دین میں حَکم نہ بنا لے۔ رسول کا فیصلہ ماننا اور فیصلے کے ساتھ خوش ہونا یہ سات ہوئے۔ اب اور سنو!

انما المؤمنون الذین آمنوا باللہ ورسولہ و اذا کانوا معہ علی امر جامع لم یذہبوا حتی یستأذنوہ جب کسی امر جامع میں نہ ہو تو بلا اجازت نہ اٹھنا۔ پھر انما یؤمن بآیاتنا الذین اذا ذکروا بہا خروا سجدا وسبحوا بحمد ربہم وہم لا یستکبرون۔ پھر تتجافی جنوبہم عن المضاجع یدعون ربہم خوفا وطمعا ومما رزقنہم ینفقون۔ جب تذکیر کی جائے۔ تو سجدے میں گر پڑتے اور تسبیح و تحمید میں مشغول رہتے ہیں تکبر نہیں کرتے۔ اللہ سے دعائیں مانگتے رہتے ہیں۔ اللہ کے دئے ہوئے سے خرچ کرتے ہیں۔ پھر ما کان لمؤمن ولا مؤمنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ۔ ان یکون لہم الخیرۃ من امرہم۔ جب رسول کوئی فیصلہ دیدے۔ تو بشرح صدر قبول کر لیتے ہیں۔

پھر انما کان قول المؤمنین اذا دعوا الی اللہ ورسولہ لیحکم بینہم ان یقولوا سمعنا واطعنا۔ پھر آمنوا باللہ ورسولہ والکتاب الذی نزل علی رسولہ

اس میں دو لفظ ایسے آئے ہیں جو آجکل کی بیماریوں کے لحاظ سے ضروری ہیں۔ کتاب کے علاوہ رسول کریم کی فرمانبرداری کی بھی ضرورت ہے۔ میرے نزدیک جو قوم کہتی ہے۔ ہمیں رسول کی اطاعت کی ضرورت نہیں۔ وہ دجال کی قوم ہے یہ کہتے ہیں کہ اطاعت اللہ کے ساتھ اطاعت الرسول ایک شرک ہے۔ میں ان کے لئے سورۃ نوح کی آیت پڑھتا ہوں انی لکم منہ نذیر مبین۔ ان اعبدوا اللہ واتقوہ واطیعون۔ پس اگر یہ شرک ہے۔ کہ اللہ کے سوا نبی کی اطاعت بھی کی جاوے۔ تو اس شرک کا بانی نوح ہے۔ یوں کہو کہ رسول کی اطاعت میں اللہ کی اطاعت ہے۔ بلکہ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول کے ساتھ اولی الامر منکم بھی آیا ہے۔ طوائف الملوکی کے زمانہ میں خود صحابہ کفار حاکموں کا حکم مانتے رہے۔ پھر ملک حبش میں جو ہجرت کر کے گئے وہ

اس گورنمنٹ کے ماتحت تھے۔ پھر مدینہ میں پہلے پہلے جمہوری سلطنت تھی۔ گویا کل حکومتوں کے نمونے اور ان میں جو مومنوں کا طرز عمل ہونا چاہیئے۔ وہ موجود ہیں میں اپنی جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ گورنمنٹ انگلشیہ کے فرمانبردار رہیں اور کبھی ان منصوبوں میں شامل نہ ہوں۔ جیسے کہ اب تک نہیں ہوئے۔ جو گورنمنٹ کے خلاف ہوں۔ پھر فرمایا۔ ان تنازعتم فی شیٔ فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تومنون باللہ والیوم الآخر۔

پھر فرمایا۔ والذین اٰمنوا وھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ والذین اٰووا ونصروا اولئک ھم المومنون حقا۔ اس سے ثابت ہوا۔ کہ مہاجرین کو جگہ دینا مومنوں کا فرض ہے پھر انما المومنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم۔

پھر وذروا مابقی من الربوا ان کنتم مومنین۔

(سورہ نور) ولا تھنوا ولا تحزنوا انتم الاعلون ان کنتم مؤمنین۔ سست نہ ہو اور غم نہ کھاؤ۔ کیونکہ خدا کے ہوتے ہوئے مومن غم کرے تو یہ شان مومنانہ کے خلاف ہے۔ جب کہ ایک معمولی حاکم کسی کے ساتھ ہو تو کوئی غم نہیں کرتا۔ پس جس کے ساتھ خدا ہو اس کو کیا غم ہو سکتا ہے۔ بعض لوگ یعقوب علیہ السلام کی مثال پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ روتے روتے ان کا اندھا ہو جانا یہ صحیح نہیں۔ قرآن شریف میں وابیضت عیناہ من الحزن جس کے معنے ہیں آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے۔ پھر کسی کی جدائی مومن کو کیوں اتنا غم میں ڈالے۔ جب کہ خدا فرماتا ہے۔ وان یتفرقا یغن اللہ کلا من سعتہ۔ یعنی جدا ہوئے تو اللہ اپنے فضل سے انہیں غنی کر دیگا۔

پھر والذین اٰمنوا اشد حبا للہ۔ مومن خدا سے بہت محبت رکھتا ہے۔ پھر الذین اٰمنوا یقاتلون فی سبیل اللہ۔ پھر اوفوا الکیل ولا تبخسوا الناس اشیاءھم ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحھا ذلکم خیر لکم ان کنتم مومنین۔ ماپ تول ٹھیک رکھو۔

یہ چالیس کے قریب عام فہم باتیں ہیں ان کے بعد فاصلحوا ذات بینکم ان کنتم مومنین۔ فرمایا اسی لئے ہم نے بیعت میں ایک دوسرے سے محبت بڑھانے کا عہد لیا ہے۔ پھر انما المومنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم الاٰیہ۔ اس کے اخیر میں یتوکلون فرمایا۔ گویا مومن میں توکل بھی ہونا چاہیئے۔

اب احادیث میں ایمان کے شعبوں کا ذکر کرتا ہوں

(۱) قدر خیر و شر کو ماننا بھی جزو ایمان ہے قرآن مجید میں ہے۔ خلق کل شیٔ فقدرہ تقدیرا۔ انسان کی ساری بلند پروازیاں تمام بلند ہمتیاں تقدیر کے مسئلے پر موقوف ہیں۔ جو تقدیر کو نہیں مانتا وہ کچھ نہیں کر سکتا۔ مسلمانوں کا یہ حال ہے۔ ہر چہ گیرد علتی علت شود اگلے زمانہ میں دو فوجوں کا مقابلہ اس طرح ہوتا تھا۔ کہ فریقین میں سے سب سے بڑے پہلوان نکلتے اور آپس میں کشتی لڑتے جو ہارتا وہ جس فریق کا تھا اس کی شکست سمجھی جاتی۔ اب یہ مسلمان ہیں۔ کہ اب تک کشتی لڑے جاتے ہیں۔ بارود سے بہت سے کام نکل سکتے ہیں۔ اس کے متعلق اگلے زمانہ میں سالانہ مشقیں ہوتی تھیں اب وہ اصل غرض بھول گئے اور شب برات رہ گئی۔ جس میں چند ٹوٹکے اور پٹاخے چلا کر اپنا منہ جھلس لیا جاتا ہے۔ پھر نہیں سیکھتے۔ کہ ہمیں اس قسم کی مشقوں کی اب ضرورت ہی نہیں رہی۔ ہوا کے عجائبات کے تجارب کے لئے پتنگ وغیرہ چڑھائے جاتے تھے اب وہ زمانہ گیا وہ مقصد فوت ہو چکا۔ مگر مسلمان لڑکے ابھی تک دن بھر پتنگ چڑھائے جاتے ہیں۔ اور آئے دن کئی جانیں ضائع ہوتی رہتی ہیں۔ اسی طرح تقدیر کے مسئلہ کا حال ہے۔ ہر بھلائی کی بھی ایک حد مقرر ہے اور بدی کی بھی۔ جو اس اندازہ سے گذر یگا وہ نقصان اٹھائیگا۔ اب اس تقدیر کا مطلب تو یہ تھا۔ کہ اگر سست ہوگے تو جو سستوں کے نتیجے ہیں وہ تم کو لیں گے اور اگر چست ہوگے۔ تو چستوں والے انعام پاؤگے۔ میں نے اپنی ماں سے بھی اس کے یہی معنے پڑھے تھے۔ جو پنجابی میں مجھے اب تک یاد ہیں۔ اتنے ہو تیرے اندازہ چاہیے بہتے چاہیے نیک جیسا کوئی کریگا۔ ویسا ہی بھریگا۔ جو آگ کھائے گا انگار ہگیگا۔

پھر یہ کہ رسول کی محبت والدین سے بڑھکر ہو۔

(۲) نمازوں کو قائم کرے (۳) روزے رکھے (۴) حج کرے (۵) مومن وہ ہوتا ہے کہ لوگ اس سے امن میں رہیں (۶) چور۔ زانی مومن نہیں ہوتے جب تک چوری و زنا میں مشغول ہوں (۷) رستے کے دکھ کو دور کرنا یعنی کوئی مسلمان ہو اس کے مقصد میں روک ہو اسے دور کر دینا (۸) محبت للہ بغض للہ (۹) زبان اللہ کے ذکر سے تر رہے (۱۰) دے تو اللہ کے لئے نہ دے تو اللہ کے لئے (۱۱) نبی کریم کے پاس ایک قوم آئی تھی جس نے عرض کیا ہمیں کچھ سنا دو۔ آپ نے فرمایا ایمان بیس چیزوں کا نام ہے۔ اللہ پر۔ ملائکہ پر۔ کتب پر رسل پر۔ جزا و سزا پر۔ ملائکہ کے ایمان سے کیا فائدہ ہے۔ یہ ایک سوال ہے۔ جس کا جواب یہ ہے۔ کہ ہر وقت انسان کے اندر دو محرک کام کرتے رہتے ہیں۔ ایک نیکی کی ایک بدی کی تحریک کرتا ہے جو شخص نیکی کی تحریک کو مانتا ہے۔ وہ گویا ملائکہ پر ایمان رکھتا ہے اور جب ایک ملک کی بات مان لی جاتی ہے تو فرشتوں سے اس کا ایک قسم کا تعلق پیدا ہو جاتا ہے پھر قسم قسم کے ملائک اس سے مصافحہ کرتے اور ہر حال میں اس کے موید رہتے ہیں۔ پھر کتب و رسل پر ایمان کی سنو۔ کہ ایک دفعہ مجھے ایک دوست ایک معزز شخص کے پاس لے گیا۔ مجھے اس کی باتوں سے فوراً معلوم ہو گیا کہ علماء کی سخت حقارت کرتا ہے۔ اثنائے گفتگو میں اوس نے مجھ سے پوچھا۔ کہ رسولوں کے ماننے کی کیا ضرورت ہے۔ میں نے کہا تمہارے نزدیک ایمان کچھ چیز ہے اور اس کی کچھ ضرورت ہے۔ اس نے کہا اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہوں۔ میں نے پوچھا یہ نام تم نے کہاں سے سنے۔ جس کتاب سے تم نے یہ سیکھے۔ کیا اس کلام پر ایمان نہیں۔ افتومنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض۔ پھر میں نے کہا کہ اس میں لکھا ہوا دیکھو۔

ان الذین یکفرون باللہ ورسلہ ویریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ ویقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذلک سبیلا۔ اولئک ھم الکافرون حقا واعتدنا للکافرین عذابا مھینا۔

جس سے صاف ثابت ہے کہ جو اللہ کو مانتے اور رسولوں کو نہیں مانتے۔ وہی سچے کافر ہیں۔ اس پر وہ بولا نجات کے لئے اللہ اور یوم آخرۃ پر ایمان کافی ہے۔ میں نے کہا سنو قرآن مجید میں ہے۔ والذین یومنون بالاٰخرۃ یومنون بہ وھم علی صلاتھم یحافظون۔ جو آخرۃ پر ایمان لاتے ہیں۔ وہ قرآن پر بھی ایمان لاتے ہیں۔ اور نماز بھی پڑھتے ہیں۔

پھر فرمایا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور نماز اور روزہ اور زکوٰۃ اور حج۔ اس کے بعد انہوں نے کہا۔ کہ پانچ چیزیں تو ایسی ہیں۔ جو ہم کیا کرتے ہیں (۱) الصبر علی البلاء (۲) والشکر علی الرخاء (آرام) (۳) والرضاء بالقضاء (جو ہو چکا اس پر راضی) والصدق عند اللقاء (۵) وترک الشماتۃ للاعداء۔ فرمایا یہ پندرہ ہو گئیں۔ پانچ اور سن لو۔ الذین یتقون ہر کام میں